عیسائی، یہودی اتحاد کے مقابلہ کے لئے عالمِ اسلام کو متحد ہونا پڑے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹؍اکتوبر ۱۹۷۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بہتر ہے۔ الحمد للہ

اس وقت مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جنگ لڑی جارہی ہے۔ عیسائی طاقتیں اور یہودی روپیہ اور اثر ورسوخ ایک ایسے خطّۂ ارض پر مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں جس کے متعلق شروع ہی میں یعنی ۱۹۴۸ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے دنیائے اسلام کو ایک انتباہ کیا تھا۔ جب دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تو اتحادیوں نے اپنے مفاد کی خاطر مسلم ممالک سے بہت سے وعدے کیے اور اس طرح اپنے وعدوں کی آڑ میں مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کیا اور دوسری طرف یہودی دولت کی لالچ میں اُن سے وعدے کیے۔ ان ہر دو وعدوں میں تضاد تھا جو ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کی حکومت کے قیام کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کے نام سے ایک مضمون میں (جو بعد میں ٹریکٹ کی صورت میں شائع بھی کر دیا گیا تھا) مسلمانوں کو یہ بتایا کہ ان کے خلاف ایک خطرناک منصوبہ بنایا گیا ہے اب وقت ہے کہ مسلمان متحد ہو جائیں اور اس طاقت کو جو مستقبل میں بڑی بن سکتی ہے اور کسی وقت خطرناک شکل اختیار کر سکتی ہے اس کو شروع ہی میں کچل دیا جائے۔

چنانچہ آپ نے اپنے مضمون میں تمہیداً بتایا کہ کس طرح یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے خلاف ہر قسم کے خبیثانہ اور ظالمانہ منصوبے بنائے۔ آپ کو قتل کرنے اور صلح کے بہانے گھر پر بلا کر چکّی کا پاٹ کوٹھے پر سے گرا کر مارنے کی سازشیں کیں وغیرہ۔

پھر اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:-

’’یہی دشمن ایک مقتدر حکومت کی صورت میں مدینہ کے پاس سر اٹھانا چاہتا ہے شاید اس نیت سے کہ اپنے قدم مضبوط کر لینے کے بعد وہ مدینہ کی طرف بڑھے۔ جو مسلمان یہ خیال کرتا ہے کہ اس بات کے امکانات بہت کمزور ہیں اس کا دماغ خود کمزور ہے۔ عرب اس حقیقت کو سمجھتا ہے عرب جانتا ہے کہ اب یہودی عرب میں سے عربوں کو نکالنے کی فکر میں ہیں اس لئے وہ اپنے جھگڑے اور اختلافات کو بھول کر متحدہ طور پر یہودیوں کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا ہے مگر کیا عربوں میں یہ طاقت ہے؟ کیا یہ معاملہ صرف عرب سے تعلق رکھتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہ عربوں میں اس مقابلہ کی طاقت ہے اور نہ یہ معاملہ صرف عربوں سے تعلق رکھتا ہے۔ سوال فلسطین کا نہیں سوال مدینہ کا ہے۔ سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکّہ مکرمہ کا ہے۔ سوال زید اور بکر کا نہیں سوال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا ہے۔ دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے۔ کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہوگا۔‘‘

اسی مضمون کے تسلسل میں پھر آپ فرماتے ہیں:-

’’پس مَیں مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس نازک وقت کو سمجھیں اور یاد رکھیں کہ آج اُسی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَاحِدَۃٌ لفظ بلفظ پورا ہو رہا ہے۔ یہودی اور عیسائی اور دہریہ مل کر اسلام کی شوکت کو مٹانے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ پہلے فرداً فرداً یورپین اقوام مسلمانوں پر حملہ کرتی تھیں مگر اب مجموعی صورت میں ساری طاقتیں مل کر حملہ آور ہوئی ہیں۔ آؤ ہم سب مل کر ان کا مقابلہ کریں کیونکہ اس معاملہ میں ہم میں کوئی اختلاف نہیں۔ دوسرے اختلافوں کو ان امور میں سامنے لانا جن میں اختلاف نہیں نہایت ہی بے وقوفی اور جہالت کی بات ہے۔‘‘

(اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَاحِدَۃٌ صفحہ ۴ تا ۷)

پس یہ وہ زبردست انتباہ ہے جو اس فتنہ کے آغاز میں کیا گیا تھا یعنی ۱۹۴۸ء میں جب کہ اسرائیل کی حکومت معرضِ وجود میں آئی تھی اس میں ایک عظیم منصوبے کی طرف رہنمائی کی گئی تھی جس کے لیے تمام مسلم اقوام اور مسلم گروہوں میں اتحاد کی ضرورت تھی۔ پھر اس میں مسلمانوں کو عقلاً سمجھایا گیا تھا کہ تم اس وقت اختلافات کو زیر بحث نہ لاؤ اور جو عقائد اور عادات اور روایات اور بدعات کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوگئے ہیں اُن کو بھول جاؤ کیونکہ جو مسئلہ ہمارے سامنے ہے، وہ اختلافی نہیں ہے۔ وہ اسلام کی عزت کی حفاظت کا سوال ہے۔ کوئی مسلمان یہ کبھی نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کے دل میں یہ خیال ہی پیدا ہوسکتا ہے کہ جہاں اسلام کی عزت اور اس کی حفاظت کا سوال ہو وہاں اختلاف بھی ہوسکتا ہے۔

غرض آپ نے عالم اسلام پر یہ واضح کیا کہ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جس میں کوئی اختلاف ہو، اس لیے ایک ایسے مسئلے میں جس میں اختلاف کی نہ کوئی گنجائش ہے اور نہ اختلاف کا کوئی تصور پیدا ہوسکتا ہے، تم ایسے مسائل کو بیچ میں کیوں گھسیٹتے ہو جو اختلافی ہیں۔ اس وقت تو ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب متحد ہوکر عزت وحفاظتِ اسلام کی خاطر قربانیوں کے لئے تیار ہوجائیں۔

لیکن اس وقت تو اس عظیم انتباہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی اور آج ایک طبقہ ہمارے خلاف باتیں بنا رہا ہے۔ اس کی تفصیل میں مجھے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اسلام کی عزت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے۔ جتنا خدا مانگتا ہے، جماعت احمدیہ دیتی چلی جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ولا فخر۔ ہمارے اندر کوئی خوبی اور بڑائی نہیں ہے جس کے نتیجہ میں ایسا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ وہ اسلام کو غالب کرے اور اللہ تعالیٰ کی اس مرضی کے نتیجہ میں حضرت مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت ہوئی اور جماعت احمدیہ کو قائم کیا گیا۔ گویا ایک ایسی جماعت دنیا میں پیدا ہو چکی ہے جو اسلام کی خاطر اور اسلام کو غالب کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرتی ہے اور قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی ہے۔

پس وہ لوگ جو اس غیر اختلافی مسئلہ میں فساد کی خاطر اور وحدتِ اسلامی کو کمزور کرنے

کی خاطر آج باتیں بنا رہے ہیں اُن کو ہم یہ کہہ سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وزیراعظم بھٹو کی قیادت میں حکومت پاکستان اہلِ پاکستان سے جس قسم کی قربانی لینا چاہتی ہو اس میں جماعت احمدیہ نہ صرف یہ کہ دوسروں سے پیچھے نہیں رہے گی بلکہ یہ ثابت کر دے گی کہ وہ ان قربانیوں میں دوسروں سے کہیں آگے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کی بشارتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

پھر میں کہتا ہوں کہ ہم کمزور ہیں اور ہم میں نہ کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی خوبی لیکن ہم وہ ذرہ ناچیز ہیں جس کو خدا نے اپنے دستِ قدرت میں پکڑا اور اعلان فرمایا کہ مَیں اس ذرّہ ناچیز کے ذریعہ اسلام کو ساری دنیا پر غالب کروں گا۔ اس لئے جن قربانیوں کے دینے کا تصور بھی بعض لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کرتا ہے اُن سے کہیں زیادہ قربانیاں ہم عملاً ایثار کے میدان میں دے دیتے ہیں۔ ہماری تاریخ نوعِ انسانی کی تاریخ اور ملک ملک کی تاریخ ہمارے اس بیان پر شاہد ہے۔

پس حکومت وقت یا دوسری اقوامِ عالم جن کا تعلق اسلام سے ہے اُن کا یہ کام ہے (ہر فرد اگر اپنے طور پر اس قسم کے منصوبے بنائے تو فائدہ کی بجائے نقصان ہؤا کرتا ہے) کہ وہ سر جوڑیں اور منصوبے بنائیں اور پھر ہر اسلامی ملک کی ذمہ داریوں کی تعیین کریں مثلاً کہیں کہ فلاں ملک اس مہم اور مجاہدے میں یہ یہ خدمات اور قربانیاں پیش کرے یا اس قسم کا ایثار اور قربانی سامنے آنی چاہیئے۔ جب سارے اسلامی ممالک کسی منصوبے کے ماتحت اسلام کے دشمن کو جو اپنے ہزار اختلافات کے باوجود اکٹھا ہو گیا ہے اس کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے ایک جدوجہد، ایک عظیم جہاد اور مجاہدے کا اعلان کریں گے پھر دیکھیں گے کہ کون اس میدان میں آگے نکلتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک اور ایک ہزار کی نسبت سے آگے نکل جائیں گے بلکہ ہم دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ آگے نکلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

پس مَیں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ باتیں بنانے کا وقت نہیں ہے اور نہ ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے کا وقت ہے۔ یہ کام کا وقت ہے اپنی حکومت کو توجہ دلانے، اس کے ہاتھوں کو مضبوط

کرنے اور اسے تسلّی دلانے کا وقت ہے کہ اس وقت جو بھی مطالبہ کیا جائے گا ہم میدان عمل میں وہ مطالبہ پورا کریں گے۔

غرض جب بھی حکومت اہلِ پاکستان سے مطالبہ کرے گی اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ دیکھیں گے کہ جماعت احمدیہ کا مقام کتنا بلند اور کتنا ارفع ہے۔ تاہم یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی پر ہمارا توکل ہے۔ اسی کی قدرتوں کے جن قادرانہ تصرفات کو ہماری آنکھوں نے مشاہدہ کیا ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے دل نتیجہ کے لحاظ سے بھی مضبوط ہیں اور قربانیوں کے لحاظ سے بھی ہشاش اور بشاش ہیں۔ قربانیاں دینے سے احمدی گریز نہیں کرتا۔ وہ مسکراتے چہرہ کے ساتھ قربانیاں دیتا چلا آیا ہے اور اب بھی قربانیاں دے رہا ہے اور قربانیاں دیتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ایک اور ضروری بات بھی میں اس وقت کہنا چاہتا ہوں کیونکہ انتظار نہیں کیا جاسکتا اس لئے طبیعت میں کمزوری کے باوجود میں وہ بات ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا ایک وقت تھا قادیان سے باہر اکّا دُکّا خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واقفیت رکھتے تھے اور آپ کے مقام کو پہچانتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا قادیان کے ماحول میں جماعت پھیلی۔ پھر پنجاب میں پھیلنی شروع ہوئی۔ پھر متحدہ ہندوستان (یعنی پاکستان بننے سے پہلے کے ہندوستان) میں پھیلنے لگی۔ پھر الٰہی بشارتوں کے ماتحت بیرونی دنیا میں پھیل گئی مگر ۱۹۴۴ء تک بیرونی ہندوستان کی جماعتیں مالی قربانیوں میں بہت پیچھے تھیں حتی کہ وہ اس قابل بھی نہیں تھیں کہ ان کا نام لیا جاتا یعنی اُن کے علیحدہ کوئی کھاتے نہیں تھے آمد وخرچ کے کوئی رجسٹر نہیں تھے۔ اخراجات کے بجٹ نہیں بنتے تھے۔ گویا ان کی مالی قربانی نہ ہونے کے برابر تھی جو لوگ مالی قربانی میں حصہ لینے والے تھے ان میں شاید ۶۹ فیصد یعنی بھاری اکثریت ان لوگوں کی تھی جو اس وقت کے متحدہ ہندوستان سے باہر مختلف ملکوں میں آباد ہوئے اور وہیں دولت کما رہے تھے اور بڑی بشاشت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں مالی قربانیاں دے رہے تھے۔ پھر ۱۹۴۴ء میں پہلی بار بیرون ملک کی جماعتوں کی مالی قربانیاں بجٹ کے ذریعہ نمایاں ہوکر جماعت کے سامنے آنی شروع ہوئیں اور

ہر سال ترقی کرتی چلی گئیں یہاں تک کہ میرا خیال ہے کہ اگر اس وقت ہر قسم کی مالی قربانیوں کو اکٹھا کیا جائے تو پاکستان کے مقابلہ میں (اب متحدہ ہندوستان تو نہیں رہا جس کی ہم بات کریں۔ اب تو ہمارا مرکز پاکستان میں ہے اس لئے ہم پاکستان کی بات کریں گے) کہ تحریک جدید کی ۵۰ فیصد سے زیادہ مالی قربانیاں بیرونِ پاکستان کی جماعتیں دے رہی ہیں۔ گویا بڑی وسعت پیدا ہوگئی ہے اور اس وقت میں اسی وسعت کی بات کر رہا ہوں مالی قربانیوں کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا صرف اس وسعت کو بتانے کے لئے مَیں نے مالی قربانیوں کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ نائیجیریا جو ایک بہت بڑا ملک ہے وہاں بڑی بڑی جماعتیں قائم ہوچکی ہیں اور وہاں بڑے بڑے افسر حتّٰی کہ صوبوں کے وزراء تک احمدی ہیں اور بڑا اخلاص رکھتے ہیں۔ وہاں یہ حالت نہیں ہے کہ اِکّا دُکّا خاندان احمدی ہو مثلاً کچھ عرصہ ہوا ہمیں پتہ لگا کہ سوڈان میں ایک خاندان احمدی ہے لیکن وہاں ابھی جماعت نہیں بنی لیکن نائیجیریا میں بڑی بڑی جماعتیں ہیں اور سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پھر غانا ہے جہاں کی ۳۰ لاکھ کی آبادی میں سے تین لاکھ سے زائد احمدی بالغ مرد اور عورتیں ہیں بچے ان کے علاوہ ہیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑی جماعت ہے جو ملک کے مختلف حصّوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح سیرالیون ہے جہاں بہت بڑی جماعتیں ہیں۔ پھر افریقہ کے دوسرے ممالک ہیں جہاں نائیجیریا اور غانا کی طرح بڑی بڑی جماعتیں تو نہیں لیکن وہاں بڑی تیزی کے ساتھ جماعت احمدیہ کو کامیابیاں حاصل ہورہی ہیں۔ وہاں کے لوگوں میں بڑی شدّت کے ساتھ یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ اگر ہم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات میں حصّہ دار بننا ہے تو ہمیں جماعت احمدیہ میں شامل ہوجانا چاہیئے۔

اسی طرح انگلستان ہے۔ اس میں بھی خدا کے فضل سے بہت بڑی جماعت ہے گو تعداد کے لحاظ سے اتنی بڑی تو نہیں جتنی افریقہ کی جماعتیں ہیں لیکن اپنی کارکردگی کے لحاظ سے بڑی جماعتوں میں شمار ہوسکتی ہے۔ جماعتہائے احمدیہ انگلستان نے نصرت جہاں ریزروفنڈ کے لئے علاوہ دوسرے چندوں کے ساڑھے بارہ لاکھ روپے کے وعدے کیے تھے جن میں سے گیارہ

لاکھ سے اوپر وہ ادا بھی کر چکے ہیں۔ یورپ کے دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کے حق میں ایک خوشگوار رَو چل پڑی ہے۔ امریکہ میں اتنی مخلص جماعتیں ہیں کہ آپ اُن کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ وہاں سے جو رپورٹیں آتی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ امریکن باشندے جماعت میں شامل ہو رہے ہیں (جو لوگ یہاں سے نوکریوں وغیرہ کے سلسلہ میں جاتے ہیں مَیں اُن کی بات نہیں کر رہا) چنانچہ وہاں بھی بڑی مخلص جماعتیں قائم ہوگئی ہیں۔ پھر انڈونیشیا میں بہت بڑی بڑی جماعتیں ہیں۔ فجی آئی لینڈ میں بھی ایک بڑی تیز حرکت ہے۔ ماریشس کا بھی یہی حال ہے۔

غرضیکہ ساری دنیا میں مختلف ملکوں میں اس وقت یا تو بڑی بڑی جماعتیں ہیں یا تعداد کے لحاظ سے نسبتاً چھوٹی جماعتیں ہیں لیکن یہ امر ظاہر کرتا ہے کہ اشاعت اسلام کے کام میں بہت وسعت پیدا ہوسکتی ہے۔ مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ کہا ہے کہ ایک وقت میں انگریز کا یہ دعویٰ تھا (صحیح تھا یا غلط) کہ برٹش کامن ویلتھ پر سورج غروب نہیں ہوتا مگر آج وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ کامن ویلتھ ختم ہو چکی ہے۔ اب ایک نیا بین الاقوامی اجتماعی وجود دنیا میں ابھرا ہے اور وہ جماعت احمدیہ اسلامیہ ہے جو اسلام کو غالب کرنے کی مہم میں مصروف ہے اور یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ اس پر سورج غروب نہیں ہوتا کیونکہ جماعت احمدیہ ساری دنیا میں پھیل گئی ہے۔

پس یہ ایک حقیقتِ زندگی ہے جو ہمیں بھولنی نہیں چاہیئے کہ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی وسعت حاصل ہوگئی ہے۔ ساری دنیا میں جماعت پھیل گئی ہے اور بہت سے ممالک میں جماعتہائے احمدیہ کی بڑی کثرت ہے۔ بیسیوں جماعتیں بڑا اثر ورسوخ رکھنے والی ہیں یہ ایک حقیقتِ زندگی ہے اور دوسری حقیقتِ زندگی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے میری بعثت کی بنیادی غرض یہ ہے کہ تمام نوعِ انسانی کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے امتِ واحدہ کی شکل میں اکٹھا کیا جائے یعنی تمام بنی نوع انسان ایک خاندان اور ایک امت بن جائیں۔ اگرچہ یہ کام بڑا اہم ہے اور مشکل بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی حرکت، اس کا پھیلاؤ اور وسعت روز افزوں ترقی پر ہے یہ گویا ایک پہلو ہے حقیقتِ زندگی کا یعنی جماعت دنیا میں پھیل گئی اور اسے بڑی وسعت حاصل ہوگئی۔ اس حقیقتِ زندگی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غرضِ بعثت یہ تھی کہ

اس کرۂ ارض پر بسنے والی تمام نوعِ انسانی کو اکٹھا کر کے حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر دیا جائے۔

گویا آج کی زندگی کی یہ ایک دوسری حقیقت ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم فاصلے کے بُعد کو ایسی شکل اختیار نہ کرنے دیں کہ تمام دنیا کو امت واحدہ بنانے کا ہمارا جو مقصد ہے اس میں کوئی روک یا سستی پیدا ہو جائے یعنی جماعت ہائے احمدیہ جو مختلف ممالک میں بسنے والی ہیں ان کو قریب سے قریب تر لانے کے لئے ایک جدوجہد جاری رہنی چاہیئے۔ یہ بڑی ضروری بات ہے ورنہ اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ اسی طرح نہ ہو جس طرح پہلے ہوا۔ جب مسلمانوں کا آپس کا تعلق ٹوٹ گیا، ایک دوسرے سے قطع تعلق ہو گیا اور مسلمان علیحدہ علیحدہ ٹکڑیوں میں بٹ گئے تو اسلام کی وہ شان وشوکت نہ رہی جو اسے قرونِ اولیٰ میں حاصل ہوئی تھی۔ اب پھر اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ اسلام کو بہت بڑے پیمانے پر آخری فتح نصیب ہو۔ گویا غلبۂ اسلام کے لئے ایک جنگ جاری ہے جنگ کے شروع میں فتح نہیں ہوا کرتی جنگ کے آخر میں فتح ہوا کرتی ہے۔ یہ روحانی جنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شروع ہوئی۔ پھر خلفائے راشدین کی زندگی میں فتوحات ہوئیں اور پھر ان کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ اسلام عرب وعجم میں دُور دُور تک پھیل گیا۔ ایک طرف یورپ تک جا پہنچا دوسری طرف ترکی اور اس سے آگے یورپ کے دوسرے حصے پولینڈ تک پھیل گیا۔ روس میں ایک وقت میں بارہ خوانین (پٹھانوں) کے خاندان ریاستوں کی شکل میں خود ماسکو کے اردگرد کے علاقوں میں حکومت کر رہے تھے پھر چین میں مسلمان گئے لیکن وہاں اتنی زیادہ وسعت اختیار نہ کر سکے۔ تاہم ایک بڑے پیمانے پر سارے نوعِ انسان کو اکٹھے کرنے کی مہم جاری ہوگئی۔ مگر اب اس سے بھی بڑے پیمانے پر اسلام کو فتوحات حاصل ہونے والی ہیں کیونکہ شیطانی طاقتوں سے اسلام کی یہ آخری اور (کامیاب) جنگ ہے کیونکہ اس وقت امریکہ کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ آسٹریلیا کا کسی کو پتہ نہیں تھا نیوزی لینڈ کا کسی کو پتہ نہیں تھا انڈونیشیا کے تعلقات باقی دنیا سے بہت تھوڑے تھے اسی طرح فجی، آئی لینڈ اور فلپائن وغیرہ کے تعلقات دوسرے خطہ ہائے ارضی سے نہیں تھے مگر اب دنیا کے ہر ملک کا دوسرے ملک سے تعلق قائم ہے اس لئے اب جہاں

جہاں اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے پاؤں مضبوط کر رہا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم میلوں کے فاصلوں کو ایک دوسرے سے بُعد میں تبدیل نہ ہونے دیں اور ساری دنیا کے احمدیوں کو (جو بھی اس وقت تک نوعِ انسان میں سے احمدی ہو سکے ہیں ان کو) ایک دوسرے سے قریب تر لانے کی کوشش کریں۔ چنانچہ اس دَورے میں میرے دل میں یہ احساس بڑی شدت کے ساتھ پیدا ہوا۔ اس بارہ میں مَیں نے بہت سوچا۔ اس ضمن میں بہت سی باتیں تو ایسی ہیں جن کو جلسہ سالانہ سے پہلے بیان کرنا شاید مناسب نہ ہو لیکن دو باتیں ایسی ہیں جن کو میں اس تمہید کے ساتھ تفصیلاً بیان کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارا جلسہ سالانہ اور ہماری مشاورت اس قسم کے مواقع ہیں جن میں تمام دنیا کے احمدیوں کی شرکت ضروری ہوگئی ہے۔ فی الحال مَیں جلسہ سالانہ کو لوں گا۔ مجلسِ مشاورت میں ساری دنیا کے احمدی نمائندگان کی شرکت کے متعلق بعض باتیں ابھی مزید غور طلب ہیں ان پر غور کرنے کے بعد ہم انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس کی ہدایت کی روشنی میں کوئی منصوبہ بنائیں گے۔ اس وقت تک جو بات ذہن میں ڈالی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جلسہ سالانہ کے متعلق کام شروع کر دینا چاہیئے۔ یہ صحیح ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر شاید درجنوں کی تعداد میں یا اس سے کم بیرون جات کے احمدی جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے یہاں ہر سال آتے ہیں مگر وہ کسی منصوبہ کے ماتحت نہیں آتے۔ اس لئے آج مَیں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں بسنے والی تمام احمدی جماعتیں جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنی اپنی جماعت کی طرف سے وفود بھجوایا کریں جو جلسہ سالانہ میں شریک ہوں۔ یہاں کی تصاویر لیں یہاں کے حالات دیکھیں، جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کی جو بے شمار رحمتیں نازل ہو رہی ہیں ان کو دیکھیں، ان کے متعلق سنیں اور ان کو نوٹ کریں اور پھر اپنے اپنے ملک میں جا کر ان کو بیان کریں۔ یعنی اپنی اپنی جماعت کے احباب کو بتائیں کہ ہم جلسہ سالانہ پر گئے وہاں ہم نے یہ دیکھا اور یہ سنا کہ کس طرح دنیا میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے کتنی خوش کن تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں اور کس طرح اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو غلبۂ اسلام کی مہم میں کامیاب کرنے کے لئے اپنے فضل سے اس پر اپنی عنائتیں اور رحمتیں نازل کر رہا ہے اور غلبۂ اسلام کے حق میں ایک

عظیم حرکت ہے جو روز بروز شدت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔

پس بیرون پاکستان کے ہر ملک سے احمدیوں کو وفود کی شکل میں جلسہ سالانہ پر پورے انتظام کے ساتھ آنا چاہیئے اس سلسلہ میں کچھ ہمیں بھی یہاں انتظام کرنا پڑے گا۔ مثلاً سلائیڈز کا انتظام کرنا پڑے گا۔ کچھ ان لوگوں کو انتظام کرنا پڑے گا مثلاً بڑی سکرین کا جس پر ٹرانس پیرنسی یعنی خاموش تصاویر دکھائی جاتی ہیں۔

غرض وفود کی شکل میں بیرون پاکستان سے احباب جماعت یہاں آئیں یہاں کا ماحول دیکھیں اور حالات معلوم کریں۔ جلسہ سالانہ والوں کو چاہیئے کہ وہ پہلے سے ایک چھوٹا سا رسالہ (چار ورقہ ہو یا اس سے زیادہ کا ہو کیونکہ کاغذ وغیرہ کی کمی نہیں ہے) شائع کریں اور باہر سے آنے والوں کے لئے اسے انگریزی میں طبع کروائیں۔ جس میں جلسہ سالانہ کے سارے انتظامات کا تعارف کروایا گیا ہو مثلاً اتنے لنگر خانے ہیں، اتنے آدمیوں کو پچھلے سال کھانا کھلایا گیا تھا اور اب اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سے بڑھ کر کھلایا جائے گا وغیرہ وغیرہ تا کہ جو دوست باہر سے آئیں وہ یہ اطلاعات لے کر جائیں۔ پھر اس کے علاوہ جو کچھ وہ خود دیکھیں۔ عقائد کے متعلق دلائل سنیں۔ واقعات کے متعلق میرا تبصرہ سنیں جو ساری جماعت کے بارہ میں میری پہلی تقریر میں ہوتا ہے۔ پھر علومِ قرآنی جو موجودہ مسائل کو حل کرنے والے ہیں۔ وہ ان کے کانوں میں پڑیں اور واپس جا کر اپنی اپنی جماعت میں اپنے تاثرات بیان کریں۔

ایک اور بات بھی یہاں کے انتظام سے تعلق رکھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ باہر سے آنے والوں میں سے اکثر وہ لوگ ہوں گے جو انگریزی سمجھتے ہوں گے اور اکثر وہ ہوں گے جو اردو نہیں سمجھتے ہوں گے۔ اس لئے تحریک جدید ابھی سے پلان (Plan) کرے انگریزی بولنے والے اتنے آدمی موجود ہونے چاہئیں کہ ایک ایک آدمی ہر وفد کے ساتھ لگ جائے۔ جو سونے کے وقت تک سوا ہر وقت ان کے ساتھ رہے تا کہ ہر وفد کے اراکین جلسہ سالانہ کی کارروائی سمجھ سکیں۔ یہاں ہمارے جلسہ کی کارروائی اس زبان میں ہوتی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسرار قرآنیہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے یعنی اردو میں۔ اس لئے ترجمانی ضروری ہے۔

پھر کچھ ایسے وفود بھی ہوں گے جو انگریزی بھی نہیں جانتے ہوں گے مثلاً یوگوسلاوین احمدی جن کو مَیں جلسہ سالانہ پر آنے کی دعوت دے کر آیا ہوں اور جن میں سے دو کی اطلاع تو مجھے مل گئی ہے کہ وہ بڑے شوق سے آئیں گے وہ مختلف جگہوں کے رہنے والے ہیں ایک تیسری جگہ کے احمدی خاندانوں میں سے بھی ایک کو بلایا گیا ہے۔ اب ان کے ساتھ اسی آدمی کو لگانا پڑے گا جو ان کی زبان جانتا ہو ورنہ مقصد پورا نہیں ہوسکے گا۔ ہمارے یہاں یہ مسئلہ نمبر۲ کی شکل میں آجائے گا یعنی یہ کہ مختلف زبانیں جاننے والے کثرت سے تیار کرنے چاہئیں (جن کا تعلق پاکستان سے ہو تو بہتر ہے) جو فرانسیسی زبان جانتے ہوں، جرمن زبان جانتے ہوں، یوگوسلاوین زبان جانتے ہوں، البانین زبان جانتے ہوں اسی طرح افریقہ میں تو انگریزی بولی اور سمجھی جاتی ہے لیکن اگر تھوڑی بہت سواحیلی اور ہاؤسا زبان یا جو بعض دوسری افریقین زبانیں بولی جاتی ہیں وہ بھی سیکھنی چاہئیں۔ ہمارے مبلغین جو وہاں سے آتے ہیں وہ اگر یہ زبانیں جانتے ہوں تو ان سے کام لیا جاسکتا ہے۔

بہرحال یہ کام ہمیں کرنا پڑے گا۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ اس پر کچھ وقت تو ضرور لگے گا لیکن وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً (التوبة: ۴۶) کی رو سے ہمارے اس ارادے کی عملی شکل بھی ظاہر ہونی چاہیئے۔ پس جب ہم نے یہ ارادہ کرلیا ہے تو اب خدا تعالیٰ کی راہ میں کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی ترک نہیں کرنا جو غلبۂ اسلام کی اس مہم میں مفید اور ممد و معاون ہوتا ہم اس وقت مَیں زبانوں کے سیکھنے کے بارے میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اس سلسلہ میں ایک منصوبہ میرے ذہن میں ہے جسے بروئے کار لانے کے لئے جلد عملی قدم اٹھایا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

جہاں تک جلسہ سالانہ پر بیرون ملک سے احمدی احباب کا وفود کی شکل میں آنے کا تعلق ہے اس سال چونکہ جلسہ سالانہ میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا ہے اس لئے مَیں ابھی اس کو لازمی قرار نہیں دیتا لیکن جہاں تک ممکن ہو تحریک جدید پورا زور لگائے کہ ملک ملک سے دوست وفود کی شکل میں تشریف لائیں جن میں زیادہ تر مقامی باشندے ہوں یعنی یہ نہ ہو کہ ہمارے پاکستانی دوست جو باہر گئے ہوئے ہیں اور وہ وہاں پیسے کما رہے ہیں اور انہوں نے اپنی چھٹی کا

ایسا انتظام کیا ہوا ہے کہ وہ جلسہ سالانہ پر آ جائیں ان کو وفد میں شامل کر لیا جائے یا صرف انہی سے وفد تشکیل کر لیا جائے۔ٹھیک ہے اگر ایسے دوست کی نیت نیک ہے تو چونکہ خدا تعالیٰ بڑا دیالو ہے وہ اس کی نیک نیتی اور قربانی کی اسے بہترین جزا عطا فرمائے گا لیکن جو بات میں کہہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ایسے وجود آئیں جن کا مقصد صرف جلسہ سالانہ کی برکات سے متمتع ہونا ہو اور جو فوراً واپس بھی چلے جائیں۔مگر چھٹی پر آنے والے دوستوں کے کئی مقاصد ہوتے ہیں مثلاً پچھلے سال جلسہ سالانہ اور حج اور پھر واپس گھر پہنچنے کے درمیان قریباً ڈیڑھ دو مہینے کا فرق تھا۔ چنانچہ کئی دوست بیرونی ممالک سے تشریف لائے انہوں نے جلسہ سالانہ سُنا اور پھر فریضۂ حج ادا کرنے کی سعادت بھی پائی۔ یہ ایک بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ ہمارے اکثر دوست جن کے حج کی راہ میں جہالت اور غفلت آڑے نہیں آتی یا قرآن کریم سے لاپرواہی کے نتیجہ میں جن پر حج کی راہیں بند نہیں کر دی جاتیں وہ حج کرتے ہیں اور ثواب پاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مانتے ہیں اور اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مکہ مکرمہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو احسن جزا عطا فرمائے۔ یہ اپنی جگہ ایک بہت بڑی نیکی کا کام ہے لیکن وفود کی شکل میں دوستوں کا جلسہ سالانہ پر آنا دراصل حج اور دوسری نیکیوں کے حصول کے لئے مخلصانہ تڑپ پیدا کرنے کے مترادف ہے یعنی اس طرح ایسی جماعت پیدا کرنا مقصد ہے جن کے دل ہر وقت اخلاص کے ساتھ قرب الٰہی کے حصول کے لئے بے قرار اور رحمت الٰہی کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ پس یہ منصوبہ دراصل حج کی تڑپ رکھنے والی جماعت تیار کرنے کا منصوبہ ہے جو تمام روکوں کو پھلانگ کر فریضۂ حج ادا کر سکے اس لئے بیرون ملک سے وفود کی شکل میں دوست جلسہ سالانہ پر تشریف لائیں اور پھر اِدھر اُدھر ٹھہرے بغیر وہ واپس چلے جائیں اس طرح وہ وہاں جا کر جو کام کریں گے اس کے نتیجہ میں پہلے سے زیادہ لوگ حج کرنے کی کوشش کریں گے۔ کچھ کو روکا جائے گا اور کئی ساری روکوں کے باوجود دیارِ حرم میں پہنچ جائیں گے۔ یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ بہرحال زیادہ سے زیادہ وفود کی شرکت اس سال سے شروع ہو جانی چاہیئے۔

ایک اَور بات جس کا میں اس وقت اعلان کرنا چاہتا ہوں وہ قلم دوستی ہے اور یہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں سے ایک ہے جو ملک ملک کے درمیان قرب پیدا کرنے کے لئے

ہیں۔قلم دوستی ایک منصوبہ کے ماتحت عمل میں آنی چاہیئے مثلاً انگلستان اور دوسرے ملکوں سے پتہ لیا جائے اور مجھے رپورٹ ملنی چاہیئے کہ انگلستان میں اس قدر احباب تیار ہیں (مجھے امید ہے انگلستان میں رہنے والوں میں سے پانچ سو نوجوان مل جائیں گے۔شروع میں ایک سو تو یقینی مل جائیں گے) اتنے نائیجیریا کے تیار ہیں، اتنے غانا کے تیار ہیں، اتنے آئیوری کوسٹ کے تیار ہیں، اتنے لائبیریا کے تیار ہیں، اتنے سیرالیون کے تیار ہیں، اتنے گیمبیا کے تیار ہیں، اتنے سینیگال کے تیار ہیں اور بھی کئی ملکوں میں ہماری احمدی جماعتیں قائم ہیں ان میں سے بھی چاہیئے احباب تیار ہوں کیونکہ اس تحریک میں ضرور شامل ہونا چاہیئے۔اسی طرح فجی کے رہنے والے، انڈونیشا کے رہنے والے، آسٹریلیا کے رہنے والے، یورپین مما لک کے رہنے والے، ہندوستان کے رہنے والے، پاکستان کے رہنے والے، مصر کے رہنے والے، سعودی عرب کے رہنے والے (کوئی یہ نہ سمجھے کہ عرب مما لک میں کوئی احمدی نہیں دنیا مخالفت کرتی ہے تو کرتی رہے وہاں احمدی ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا) ابوظہبی میں رہنے والے غرض مشرقِ وسطیٰ کے سارے مما لک میں رہنے والے احمدی قلم دوستی کی مجالس میں شامل ہونے کے لئے اپنے نام پیش کریں۔ پھر ایک منصوبہ کے ماتحت ان کی آپس میں دوستیاں قائم کیں جائیں گی۔ اس قسم کے قریبی اور دوستانہ تعلقات کو فروغ دینے کی مثال ایک شاندار رنگ میں اور شاندار پیمانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملتی ہے۔

اب چونکہ امت محمدیہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے اس صورت میں ان میں دوستانہ اورقریبی تعلقات پیدا کرنے کی ایک راہ یہ ہے کہ ان کی آپس میں قلم دوستی ہو۔اس کا اثر اس مثال سے واضح ہو جائے گا کہ فرض کریں سوئٹیزرلینڈ میں ہماری ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ ہمارے سوئس دوست جو پہلے عیسائی تھے یا دہریہ تھے وہ احمدی مسلمان بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جماعت احمدیہ کے سپرد جو کام کیا ہے وہ اس میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں پس سوئٹیزرلینڈ میں گو ابھی ہماری ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن اگر وہاں سے دس آدمی قلم دوستی کے لیے تیار ہوں اور ان میں سے دو ربوہ میں خط وکتابت کر رہے ہوں، ایک نائیجیریا سے خط وکتابت کر رہا ہو، ایک غانا سے خط وکتابت کر رہا ہو، ایک سیرالیون سے خط وکتابت کر رہا ہو،

ایک انڈونیشیا سے خط وکتابت کر رہا ہو، ایک شمالی امریکہ سے خط وکتابت کر رہا ہو، ایک انگلستان سے خط وکتابت کر رہا ہو اسی طرح اگر ملک ملک میں ایک دوسرے سے قلم کا تعلق قائم ہو جائے اور دوست آپس میں خط وکتابت کرنے لگیں تو اس باہمی اخوت سے خوشگوار تعلقات کو فروغ حاصل ہوگا۔ اب مثلاً سوئٹیزرلینڈ کے دس آدمی ہر پندرھویں دن یا ہر مہینے خط لکھیں گے اور ملک ملک سے ان کو جواب ملیں گے تو جب جمعہ اور اتوار کو یہ اکٹھے ہوں گے اور سر جوڑیں گے اور آپس میں باتیں کریں گے تو ایک کہے گا مجھے (ربوہ سے) میرے قلم دوست نے مثلاً مجھے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ مشاورت اس اس طرح اختتام پذیر ہوئی ہے اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے اور نوع انسان کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لئے یہ یہ سکیمیں بنی ہیں اور یہ ہوا اور وہ ہوا۔ دوسرا کہے گا مجھے نائیجیریا سے میرے قلم دوست کا خط ملا ہے اس نے لکھا ہے کہ ہم نے یہاں اتنے اَور میڈیکل سنٹر بنا دیئے اور اتنے مزید سکول کھول لئے ہیں اور اتنے لوگ جو پہلے بُت پرست تھے اب توحید کا کلمہ پڑھنے لگ گئے ہیں۔ لَااِلٰہ الااللّٰہ محمّدرسول اللّٰہ کا پیارا کلمہ ان کی زبانوں پر جاری ہوگیا ہے اسی طرح ان میں سے ایک یہ کہے گا کہ مجھے امریکہ سے خط آیا ہے جس میں اس کے قلم دوست نے لکھا ہے کہ اس طرح ہم نے غلبۂ اسلام کے لئے گھنٹہ بھر رو رو کر دعائیں کیں یہاں تک کہ ہماری آنکھوں سے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ ایک اور سوئس دوست کہے گا مجھے میرے قلم دوست نے انگلستان سے خط لکھا ہے کہ ہماری جماعت یہ یہ اچھا کام کر رہی ہے۔ پس اس طرح ہم تبلیغ کر رہے ہیں (انگلستان میں اکثر یوم التبلیغ منایا جاتا ہے) اور اس اس طرح تبلیغی وفود گئے اور کامیاب ہو کر واپس آئے۔

غرض سوئٹیزرلینڈ کے دس کے دس احباب جب اکٹھے مل کر بیٹھیں گے تو آپس میں تبادلۂ خیال کریں گے ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جو نظارے احمدی دیکھ رہے ہیں ان کے متعلق مختلف احباب کے تاثرات اکٹھے ہو جائیں گے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو علمی اور تبلیغی لحاظ سے حسین اور خوشکن اثر پیدا کرے گی۔

پس دوسری بات جس کا میں اعلان کر رہا ہوں وہ قلم دوستی کی تحریک ہے دوست جہاں یہ

دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے صحت دے اور کام آنے کی توفیق عطا فرمائے وہاں یہ دعا بھی کریں کہ جتنے آدمی اس وقت اس تحریک کے لئے درکار ہیں وہ مل جائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ میرے دماغ میں منصوبے ڈالتا ہے اور کام کرنے کی تفصیلات بھی بتاتا ہے لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ میرے پاس ایسے دوست ہونے چاہئیں جن کو میں یہ کہوں کہ یہ کام کرو۔ یہ ساری باتیں اور یہ سارے کام میں اکیلا تو نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ پانچ سو گھنٹے کا ایک دن ہو جائے اور اس کا کچھ حصہ مَیں کام کر جاؤں لیکن دن تو بیچارہ چوبیس گھنٹے سے آگے نہیں بڑھ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ نہ سورج چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ چاند سورج کو، دن اور رات کا فرق تو یہی رہنا ہے۔ انسانی جسم کی اپنی حد بندیاں ہیں۔ ہر انسان خواہ وہ پہلوان ہو یا عام آدمی ہو اس کا جسم ایک وقت میں جا کر تھک جاتا ہے اسے سونے اور آرام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے پھر جو کام ہوتا ہے اس کی ترتیب ہوتی ہے کچھ وقت ہم احمدیوں کا تلاوت قرآن کریم پر لگتا ہے کچھ وقت ہم احمدیوں کا قرآن کریم کی مختلف آیات کی تفسیر اور ان کے معانی پر غور کرنے پر خرچ ہوتا ہے کچھ وقت ہم احمدیوں کا مطالعہ پر خرچ ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ کو مجموعی طور پر اتنا اعلیٰ دماغ اور روشن دل عطا ہوا ہے جس کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی اور یہ اس لئے ہے کہ دوست ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں میرے خطبے سنتے ہیں جن میں مَیں مختلف مسائل اور موضوعات پر باتیں کرتا ہوں۔ میں بعض دفعہ جان بوجھ کر چھوٹی چھوٹی تفصیلات بتا دیتا ہوں جس نے کوئی تفصیلی بات پہلے سنی ہوتی ہے وہ کہہ دیتا ہے حضرت صاحب نے یہ کیا بات شروع کر دی ہے چھوٹی چھوٹی باتوں کی تفصیل بیان کرنے لگ گئے ہیں مثلاً میں نے اپنے پچھلے خطبہ میں بلڈ پریشر (خون کے دباؤ) کے متعلق بات کی تھی اور جان بوجھ کر اس کی تفصیل بیان کر دی تھی اس لئے کہ ہمارے بہت سے بچے اور بعض دوسرے لوگ بھی اس کی تفصیل نہیں جانتے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو ان کے علم میں آنی چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونا ہماری زندگی کا ایک بنیادی مقصد ہے اور اس کا ہمیں بنیادی طور پر حکم بھی دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قرآن کریم

کی یہ تعلیم پیش کی ہے۔ آپ سے پہلے جتنے بزرگ گذرے ہیں وہ بھی یہی تعلیم پیش کرتے رہے اور آپ کے بعد بھی یہی پیش کر رہے ہیں کہ ہم نے اپنے اوپر صفات باری کا رنگ چڑھانا ہے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت اس کا علام الغیوب ہونا ہے یعنی اس کائنات کی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے ہم نے بھی اس صفت سے متصف ہونا ہے مگر ایک محدود دائرہ کے اندر ہم پر یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ خدائے علام الغیوب کی طرح کوئی چیز بھی ہم سے بھی پوشیدہ نہ ہو لیکن ہم پر یہ ذمہ داری ضرور ہے کہ اپنی استعداد کے مطابق جتنی غیب کی چیزیں حاضر میں لائی جاسکتی ہیں اتنی حاضر میں لانی یا ہمارے علم میں آنی چاہئیں اور اس طرح ہمارا علم بڑھنا چاہیئے۔

پس اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہم کتابیں پڑھنے والی قوم ہیں ہم علمی باتیں سننے والی قوم ہیں۔ ہم باہمی تبادلہ خیال کرنے والی قوم ہیں، ہم دوسروں سے کہیں زیادہ اور بلا جھجک سوال کرنے والی قوم ہیں، ہمارے دل میں اگر کوئی سوال پیدا ہوتا ہے تو ہم بلا جھجک اس کا حل تلاش کرنے والی قوم ہیں۔ آپ باہر نکلیں تو پتہ لگتا ہے کہ جماعت کی علمی استعداد کہاں تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس سفر میں مجھے بعض دفعہ پریس کانفرنس میں یہ کہنا پڑا کہ مجھ سے حجاب کی کیا ضرورت ہے مَیں تو ایک درویش آدمی ہوں۔ تمہارے دل میں جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ کرو تاکہ ہر قسم کی غلط فہمیاں دُور ہو جائیں لیکن بعض دفعہ میں یہ محسوس کرتا تھا کہ صحافی جھجک محسوس کر رہے ہیں حالانکہ ہم تو سیدھے سادھے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ایک پہلو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (صٓ:۸۷) اس لئے کسی قسم کا تکلّف نہیں چاہیئے۔ پیار سے باتیں کرنی چاہئیں بعض لوگ پیار سے جواب دیتے ہیں۔ بعض جواب نہیں بھی دیتے ہوں گے۔ وہ غلطی کرتے ہیں پیار سے جو سوال کیا جائے اس کا پیار سے جواب ملنا چاہیئے ورنہ علم نہیں بڑھتا۔ تاہم اس کے لئے پیار کا ماحول اور پیار کی فضا پیدا کرنی ضروری ہے۔ یہاں تک کہ جو چھوٹے بچے مسجد میں آجاتے ہیں اور بعض ان میں سے سو بھی جاتے ہیں اُن کو جگانا نہیں چاہیئے وہ کچھ باتیں سن لیتے ہیں کچھ لیٹے لیٹے ان کے کان میں پڑ جاتی ہیں اور نہ سہی تو مسجد میں اچھی خوابیں دیکھ لیں گے۔ اس لئے چھوٹے بچوں کو مسجد میں آنے سے روکنا نہیں چاہیئے۔

مسجد کے ساتھ ان کا پیار قائم رہنا چاہیئے۔

غرض میں بتا یہ رہا ہوں کہ ہم علام الغیوب تو نہیں بن سکتے لیکن ہمیں اس صفت کا مظہر بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں۔ چنانچہ ساری دنیا کے حالات وغیرہ جاننے کے سلسلہ میں باہمی خط وکتابت یعنی قلم دوستی کی جس سکیم کا میں نے اعلان کیا ہے اس سے علم بڑھے گا۔ دوست ایک دوسرے سے خطوط کے ذریعہ مختلف علوم سیکھیں گے۔ مختلف حالات اور واقعات سے آگاہ ہوں گے مثلاً لوگ افطاری کس چیز سے کرتے ہیں اب مثلاً کھجور ہے یہ ہمارے روزے کی افطاری کا ایک نشان ہے۔ بعض جگہ کھجوریں مل جاتی ہیں لیکن کئی گھروں میں کھجور میسّر نہیں آتی کئی ملکوں میں کھجور پیدا ہی نہیں ہوتی ڈبوں میں بند بھی نہیں ملتی یا یہ کہ لوگ کھانا کیا کھاتے ہیں۔ غرض اس قسم کی بے شمار معلومات بڑی دلچسپ ہوتی ہیں۔

میں جب ۳۷-۱۹۳۶ء میں انگلستان میں پڑھا کرتا تھا تو ایک دفعہ میں نے ایک انگریز دیہاتی بچے سے پوچھا تم نے کل شام کو کیا کھایا تھا کہنے لگا اُبلے ہوئے آلو۔ میں نے کہا تم نے کل دوپہر کو کیا کھایا تھا کہنے لگا اُبلے ہوئے آلو پھر میں نے پوچھا تم نے کل صبح ناشتہ کس چیز کا کیا تھا کہنے لگا اُبلے ہوئے آلو۔ گویا وہ سارا دن اُبلے ہوئے آلو استعمال کرتا رہا۔ اس سے مجھے پتہ لگا کہ جس طرح یہاں کا غریب آدمی روکھی روٹی کھاتا ہے وہاں کے غریب لوگ آلو اُبال کر کھا لیتے ہیں۔ روکھی روٹی میں تو پھر بھی کچھ مزہ ہوتا ہے لیکن ابلے ہوئے آلوؤں میں تو کچھ بھی مزہ نہیں ہوتا معلوم ہؤا وہ بیچارے بڑے ہی غریب لوگ تھے۔ یہاں تو لوگ روکھی روٹی سالن کی عدم موجودگی میں نمک مرچ کی چٹنی کے ساتھ کھا لیتے ہیں لیکن وہاں تو لوگ صرف نمک لگا کر آلو کھا لیتے ہیں۔ تاہم اب وہاں کی یہ حالت نہیں ہے اب تو وہاں کا غریب آدمی بھی اتنا کھاتا ہے کہ یوں لگتا ہے کہ گویا پہلوان بنا ہؤا ہے۔ دراصل وہ لوگ اقتصادی لحاظ سے بڑی ترقی کر گئے ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی دلچسپ ہوتی ہیں اور مفید بھی۔ اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ مختلف ملکوں میں کیا پکتا ہے اور کیا کھایا جاتا ہے اور لوگوں کی عادتیں کیسی ہیں وغیرہ۔

میں نے ۱۹۷۰ء میں جب مغربی افریقہ کا دورہ کیا تو مجھے معلوم ہؤا کہ افریقہ میں لوگ

میٹھا نہیں کھاتے۔ چنانچہ سیرالیون کے گورنر نے ہماری دعوت کی ہم نے ان کی جوابی دعوت کی جس میں مَیں نے منصورہ بیگم سے کہہ کر بڑے پیار سے گورنر صاحب کی خاطر ایک ایسا میٹھا کھانا تیار کروایا جو صرف ہمارے گھر میں پکتا ہے اور کوئی آدمی اس کو پکانا جانتا ہی نہیں ہم اسے ملائی کے گلگلے کہتے ہیں اس نام کی کوئی چیز شاید کسی اور جگہ مل جائے مگر یہ چیز جو ہمارے گھر پکتی ہے وہ اور کہیں نہیں ملتی۔ چنانچہ ہم نے بڑی مشکل سے اس کے اجزاء اکٹھے کئے جو اس میں پڑتے ہیں۔ منصورہ بیگم خود باورچی خانہ میں گئیں جہاں ہمارے احمدی اساتذہ کی مستورات کھانا وغیرہ تیار کرتی تھیں اور اپنی نگرانی میں اسے تیار کروایا مگر جب کھانے پر بیٹھے تو گورنر جنرل صاحب کہنے لگے میں تو میٹھا نہیں کھایا کرتا۔ میں نے کہا لو! ایک نیا علم حاصل ہوا۔ خیر میں نے ان سے کہا آپ میٹھا نہیں کھایا کرتے، ٹھیک ہے نہ کھایا کریں لیکن یہ چیز سوائے آج کی اس دعوت کے اَور کہیں نہیں ملے گی کیونکہ یہ ہمارے گھر کا نسخہ ہے اس لئے چکھ کے تو دیکھ لیں۔ چنانچہ میرے کہنے اور زور دینے پر انہوں نے تھوڑا سا ٹکڑا لے کر کھالیا لیکن باقی وزراء اور جج صاحبان اور دوسرے معزز افریقن دوست جو میرے قریب نہیں بیٹھے ہوئے تھے اور جن کو میں اصرار سے منوا نہ سکا انہوں نے میٹھا نہیں کھایا ہوگا۔

اب دیکھو ایک ملک ہے جہاں کے لوگ میٹھا کھاتے ہی نہیں اور ایک ملک ہے مثلاً ہمارا پاکستان جس میں کروڑوں روپے کی کھانڈ باہر سے منگوانی پڑتی ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوا حکومت کو اس غرض کے لئے ساٹھ کروڑ روپے کا زرمبادلہ خرچ کرنا پڑا اور یہ بڑا ظلم ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اتنی بڑی زرمبادلہ کی رقم کسی اور مفید چیز کے منگوانے پر خرچ ہوتی مگر حکومت مجبور ہے لوگ کہتے ہیں ہم میٹھے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے حالانکہ باپ تو تمہارا گڑ اور شکر کھایا کرتا تھا تم اتنی جلدی کھانڈ پر کیسے آ گئے تمہارے باپ دادوں میں سے ۹۹۹ اس قسم کا گڑ کھایا کرتے تھے جس کو تم آج ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرو گے کیونکہ اس وقت تک میل کاٹنے والے آلات اور کیمیاوی نسخے نہیں بنے تھے گنا عام تھا اس سے گڑ بنالیا جاتا تھا اور اسے عیش کی چیز سمجھا جاتا تھا۔

میں پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ میں علم بڑھانے کے لئے ہر چیز کا مشاہدہ کرتا رہتا

ہوں۔ ایک دفعہ ہم صبح سویرے تیتر کا شکار کرنے کے لئے باہر گئے تو ہم ایک ایسے کنویں پر جا پہنچے جہاں ایک زمیندار جس نے ساری رات کنواں چلوایا تھا بیٹھا ہؤا تھا۔ ہم نے وہاں موٹریں کھڑی کیں اور سوچا کہ اسی جگہ ڈیرہ ڈال لیتے ہیں دوپہر کے کھانے کے وقت پانی مل جائے گا صبح کا وقت تھا۔ اس زمیندار کی بیوی اس کے لئے کھانا لے کر آئی مجھے خیال آیا کہ دیکھنا چاہیئے کہ ساری رات بیچارہ کام کرتا رہا ہے اب یہ کھائے گا تو کیا کھائے گا۔ چنانچہ مَیں السلام علیکم کہہ کر اس کے پاس چلا گیا اور کہا میں تمہارا مہمان آیا ہوں کیا تم اپنے مہمان کو بھی کھانے کا پوچھو گے؟ کہنے لگا کیوں نہیں پوچھوں گا۔ خیر میں اس کے پاس بیٹھ گیا اور دیکھا کہ باجرے کی روٹی ہے جس میں گھی ملا ہؤا ہے میں نے روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس سے اتنی لذّت حاصل کی کہ کوئی حد نہیں۔ مکھن کی وجہ سے وہ چکنی ہوگئی تھی اس کے ساتھ سرخ مرچ تھی۔ مَیں سرخ مرچ استعمال نہیں کرتا کیونکہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے روٹی کا صرف ایک ٹکڑا اٹھالیا اور اس سے بڑی لذّت حاصل کی۔ میں نے تو صرف یہ علم حاصل کرنا تھا کہ ساری رات کام کرتے کرتے تھکا ہؤا یہ زمیندار کیا کھا رہا ہے۔ چنانچہ جب میں باجرے کی روٹی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا کھا کر اُٹھا تو اس کی بیوی جو ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی کہنے لگی ’’اے وی تے لو جی‘‘ میں نے سمجھا اپنے خاوند کے پیار میں خاص طور پر کوئی بہت ہی اچھی چیز لائی ہے جس کے متعلق اس نے سمجھا ہے کہ اس میں مہمان کو بھی شریک کرنا چاہیئے۔ جب اس کے ’’چھابے‘‘ کو دیکھا تو اس میں گڑ کی ڈلیاں پڑی ہوئی تھیں اور یہ اس کے لئے ایک بہت بڑی چیز تھی۔ اس نے سمجھا مہمان بغیر گڑ کھانے کے جا رہا ہے اسے گڑ پیش کرنا چاہیئے لیکن اب یہ نوبت آ پہنچی ہے کہ گویا ہم کھانڈ کے بغیر زندہ رہ ہی نہیں سکتے خواہ ملک اقتصادی طور پر کمزور ہی کیوں نہ ہو جائے کھانڈ ضرور استعمال کرنی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے ساٹھ کروڑ روپے کی کھانڈ باہر سے درآمد کی گئی۔ اس کی بجائے اَور کئی مفید اور ضروری اشیاء مثلاً مشینری وغیرہ منگوائی جاسکتی تھی جس سے ملک کو فائدہ پہنچتا یا قرآن کریم کی اشاعت کے لئے پریس کی مشینری منگوانے کے لئے ہمیں زرمبادلہ کی ضرورت ہے اس کے لئے زرمبادلہ بچایا جا سکتا تھا۔ یہ تو ایک کارِثواب ہے کھانڈ منگوا منگوا کر اور میٹھا گھول گھول کر پی لینے کا کیا فائدہ ہے؟

صرف افریقہ ہی نہیں جہاں میٹھا کھایا ہی نہیں جاتا چین میں بھی بہت کم استعمال ہوتا ہے میرے خیال میں چین نے ایک چھٹانک چینی بھی باہر سے کبھی نہیں منگوائی ہوگی۔ جس شکل میں وہ میٹھا بناتے ہیں اسی میں استعمال کر لیتے ہیں مثلاً گڑ ہے وہ استعمال کرلیا۔ شکر ہے تو وہ استعمال کر لی یا اگر کہیں کھانڈ بنانے کے کارخانے ہیں تو کھانڈ کی شکل میں استعمال کر لیتے ہیں۔ گویا ملکی پیداوار پر انحصار کرتے ہیں باہر سے منگوانے پر پیسے ضائع نہیں کرتے۔

یہ ساری چیزیں جو مَیں نے اس وقت آپ کو بتائی ہیں ان میں سے بعض کا شاید آپ کو پتہ نہیں ہوگا اور اس طرح آپ کو نئے نئے علم حاصل ہوگئے۔ اپنے ملک کے فائدے کے لئے بہت ساری چیزیں سوچنی پڑتی ہیں مثلاً اگر کسی ملک کے بیس فیصد لوگ کھڑے ہو جائیں اور مطالبہ کریں کہ کھانڈ باہر سے نہ منگوائی جائے تو اس سے اس ملک کی اقتصادی حالت بدل جائے۔ اگر ہمارے افریقن بھائی کھانڈ کا استعمال کئے بغیر طاقتور اور ہم سے زیادہ قوت کے ساتھ محنت کر سکتے ہیں اور زندگی گذار سکتے ہیں تو ہم اس کے بغیر زندہ کیوں نہیں رہ سکتے۔

پس ایک تو مَیں نے یہ کہا ہے کہ بیرون پاکستان کے احباب وفود کی شکل میں جلسہ سالانہ پر آئیں۔ زیادہ سے زیادہ وفود آنے چاہئیں۔ اس سال ابتداء ہو جائے گی۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ۔ اگلے دو تین سال میں اس کا پورا انتظام ہو جائے گا اور ہر ملک جلسہ میں شمولیت کے لئے اپنا وفد بھجوائے گا۔ یہاں ان کے لئے رہائش کا انتظام کرنا ہے۔ اکرامِ ضیف کے حکم کے ماتحت ان کی عادتوں کے مطابق ان کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا انتظام کرنا ہے ان کے ساتھ ایسے آدمی رکھنے ہیں جو ان کو ساری چیزیں بتاتے رہیں۔ پھر ان کے لئے ایسا انتظام کرنا ہے کہ جب وہ واپس جائیں تو ان کو ساری چیزیں بھولی ہوئی نہ ہوں بلکہ کچھ تصاویر کی شکل میں اور کچھ حافظہ کی مدد سے وہ اپنی اپنی جماعت میں جلسہ سالانہ کی روئداد بیان کریں اور بتائیں کہ انڈونیشیا کے وفد سے ملے تو اس نے ہمیں یہ باتیں بتائیں امریکہ کے وفد سے ملے تو اس نے ہمیں یہ باتیں بتائیں۔

غرض یہ وفود اپنے اپنے ملک میں جا کر تقاریر کا ایک سلسلہ جاری کریں گے اور دوستوں کو بتائیں گے کہ جماعت احمدیہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ دیر کی بات ہے مَیں اس وقت کالج کا

پرنسپل اور افسر جلسہ سالانہ بھی تھا۔ ہمارے ایک افریقن دوست جلسہ سالانہ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ ۲۵؍دسمبر کی شام کو وہ باہر ٹہل رہے تھے کہ اسی اثناء میں سیالکوٹ کی طرف سے ایک سپیشل ٹرین آئی جس میں اتنی بھیڑ تھی کہ بعض لوگ دروازوں کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے اور وہ سب نعرے لگا رہے تھے ہمارے اس افریقن دوست نے جب یہ نظارہ دیکھا تو پوچھنے لگے کہ یہ سارے احمدی ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ ہاں یہ سارے ماشاءاللہ احمدی ہیں۔ ابھی وہ وہیں کھڑے تھے کہ ایک اور سپیشل آ گئی اور وہ بھی بھری ہوئی تھی اور جس میں سے دوست نعرے لگا رہے تھے۔ انہوں نے جب دوبارہ یہ نظارہ دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو گئے اور فرطِ جذبات سے کہنے لگے یہ بھی سارے احمدی ہیں اتنے زیادہ احمدی ہیں؟ اب ان کا اپنے ملک میں احمدیوں کا تصور اور تھا مگر جب انہوں نے یہاں آ کر دیکھا تو نقشہ ہی اور تھا۔ کانوں سے سننے اور آنکھوں سے دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے اور اس کا ایک تجربہ جلسہ سالانہ پر آنے ہی سے ہوتا ہے۔

پس وفود کی شکل میں جب ہر ملک سے دوست جلسہ سالانہ پر آئیں گے اور یہاں کے حالات کو دیکھیں گے تو ان کا علم بڑھے گا۔ میں نے بتایا تھا کہ ایک یوگوسلاوین جسے میں مہمان بنا کر انگلستان کے جلسہ پر لے گیا تھا۔ وہ سولہ سو آدمیوں کا جلسہ دیکھنے کے بعد کہنے لگا۔ جب میں نے واپس جا کر اپنے دوستوں سے باتیں کیں تو وہ کہیں گے تم گپیں مار رہے ہو۔ اتنے احمدی کہاں سے آ گئے۔ وہ افسوس کر رہا تھا کہ اگر تصویریں لے کر جاتا تو ان کو پتہ لگتا۔ اب میں نے اس کو کہا ہے کہ کیمرہ اپنے ساتھ لے کر آنا کیونکہ یہاں تو اسے دنیا ہی اور نظر آنی ہے۔ جو شخص یہاں لاکھ سوا لاکھ احمدی دیکھے گا اس کا علم بہت بڑھ جائے گا۔ اس کی اگر تصاویر لے لی جائیں تو وہ شخص جو زبانی باتیں نہیں مانتا جب تصویریں دیکھتا ہے تو اسے یقین کرنا پڑتا ہے۔

یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو دیکھ کر منکرینِ صداقت کہہ دیا کرتے ہیں کہ ان سے نہ ملو یہ جادو کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر نائیجیریا میں ہمارے خلاف جو مولوی بیٹھا ہوگا اس سے جب کوئی احمدی دوست یہ کہے گا کہ میں نے اسّی ہزار آدمیوں کا کھانا پکتے، تقسیم ہوتے اور کھاتے دیکھا

ہے۔تو وہ کہے گا۔تم پاگل ہوگئے ہو بھلا کبھی یہ بھی دنیا میں ہؤا ہے۔ وہ کہے گا معلوم ہوتا ہے اس (احمدی) پر جادو کر دیا گیا ہے۔

پس خدا تعالیٰ کے پیار اور اس کی رحمتوں کے جو نظارے ہم مشاہدہ کرتے ہیں منکرین کی نگاہ میں وہ جادو ہے اور پس وہ تو مان ہی نہیں سکتے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی جماعت پر اس قدر فضل نازل ہوسکتا ہے۔غرض ایک یہ بھی وجہ بن جاتی ہے جادوگر کہلانے کی یا جادو کر دینے کی ٹھیک ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کا پیار چاہیئے۔اس پیار کا نام کوئی جادو رکھ لے تو یہ اس کی مرضی ہے۔ہمیں اس قسم کی باتوں سے گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ دنیا اس قسم کی باتیں کر کے خوش ہوتی ہے تو ہولے ہم اپنی جگہ اپنے ربّ کریم سے بہت خوش ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مومن کے روحانی عروج کا یہی مقام بتایا ہے کہ تمہارا ربّ تم سے راضی اور تم اپنے ربّ سے راضی۔ جب کسی شخص کو یہ شرف حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اُسے دنیا کی مخالفتوں کی کیا پرواہ ہے اور کیسی گھبراہٹ؟

غرض مَیں نے اس وقت دو باتوں کی طرف تمام احمدی جماعتوں کو توجہ دلائی ہے ایک یہ ہے کہ ملک ملک سے جلسہ سالانہ پر وفود آئیں۔ دوسرے یہ کہ احباب آپس میں قلم دوستی کریں قلم دوستی کے ضمن میں مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے ایسے آدمیوں کی تلاش ہے جو میری ہدایت کے مطابق کام کریں لیکن اس خطبہ کے ذریعہ غیر ملکوں میں اور خود اپنے ملک میں جہاں جہاں بھی میرا یہ پیغام پہنچے۔ دوست رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کریں اور اپنے نام مجھے بھجوا دیں۔اصل منصوبہ یہیں سے بنے گا۔

یہ وہ چیزیں اُن آٹھ دس چیزوں میں سے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے میری توجہ پھیری ہے جو وسعت کو سمیٹ کر پیار کے بندھنوں میں باندھ کر قرب کی کیفیت کو پیدا کرنے کے لئے آج از بس ضروری ہے۔ایک جلسہ سالانہ پر وفود کی شکل میں آنا اور دوسرے قلم دوستی کے ذریعہ ملک ملک کے احمدیوں کا آپس میں بھائی بن کر اور ایک دوسرے کو خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے نشانات بتا کر اور خدا تعالیٰ کی محبت میں شدت پیدا کر کے مزید اور پہلے سے بڑی قربانیوں کے لئے تیار کرتے رہنا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۵؍دسمبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۱ تا ۸)